انور مسعود —— (ولادت 1935ء)

شاعر کا تعارف: انور مسعود گجرات میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد عظیم تھا۔ انہوں نے فارسی میں ایم۔اے کیا اور شعبہ تدریس سے منسلک ہو گئے۔ انور مسعود دَورِ حاضر کے مقبول ترین مزاح گو شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں طنز و مزاح کا خوبصورت امتزاج ملتا ہے۔ وہ طنز کو اتنا شدید نہیں ہونے دیتے کہ نشانہ بننے والا چوٹ برداشت ہی نہ کر پائے اور مزاح کو پھکڑ پن کی حدود میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ فارسی اور اردو شاعری اور کلاسیکل ادب پر گہری نظر نے ان کے تخلیقی رویے کو وقار اور بردباری بخشی ہے۔ ان کا ذخیرہ الفاظ خوبصورت اور وسیع ہے۔ وہ ایک ماہر نفسیات کی طرح عوام کی کمزوریوں اور معاشرے کی خرابیوں کی جڑ تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ مزاح برائے مزاح پر یقین نہیں رکھتے بلکہ شاعری کے ذریعے عوام کی اصلاح کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ایک بیدار مغز تخلیق کار کی طرح انہوں نے حکومتی پالیسیوں اور سرکاری اداروں کی کارکردگی پر بھی گرفت کی ہے لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ ان کے اشعار پڑھ یا سُن کر حکمران اور سرکاری افسر بھی مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اُردو شاعری میں جس روایت کا آغاز اکبر الہ آبادی کے شگفتہ کلام سے ہوا تھا انور مسعود دَورِ جدید میں اس کے حقیقی نمائندہ ہیں۔ ان کا شمار ملک بھر میں عوامی مقبولیت کے منصب پر فائز گنے چنے شعرا میں ہوتا ہے۔

10۔ انور مسعود —— قطعات

قطعہ 1:

جو چوٹ بھی لگی ہے وہ پہلی سے بڑھ کے تھی
ہر ضرب کربناک پہ میں تلملا اُٹھا
پانی کا ، سوئی گیس کا ، بجلی کا ، فون کا
بل اتنے مِل گئے ہیں کہ میں بلبلا اُٹھا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **ضرب کربناک:** دردناک چوٹ ○ **تلملانا:** تڑپنا ○ **بلبلانا:** بے تاب ہونا، چلانا

نثر: مجھے لگنے والی ہر چوٹ پہلی چوٹ سے زیادہ شدید تھی۔ ہر دردناک چوٹ نے مجھے تڑپایا۔ پانی، سوئی گیس، بجلی اور فون کے بل دیکھ کر میں بے تاب ہو کر چلانے لگا۔

تشریح: اردو کی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری میں انور مسعود کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ وہ سیاسی، سماجی اور معاشی موضوعات پر بہت گہری اور قابلِ غور باتیں عام سے الفاظ اور پُر لطف انداز میں کہہ جاتے ہیں۔ قطعہ میں انہوں نے وطنِ عزیز کے عام شہری کے ایک اہم مسئلے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے۔ یوٹیلٹی بلز ادا کرنا غریب اور متوسط طبقے کے لیے انتہائی اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ بجلی اور گیس کے نرخوں میں ہر چند ماہ بعد اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ فون ہر شہری کی ضرورت بن چکا ہے۔ پانی جیسی نعمت بھی مفت میں نہیں ملتی بلکہ فراہمی و نکاسی آب کا بھی بل ادا کرنا پڑتا ہے۔ انور مسعود ہر بل کو ایک چوٹ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں کئی چوٹیں برداشت کر چکا ہوں اور

مجھے لگنے والی ہر چوٹ پہلی چوٹ سے زیادہ شدید تھی۔ یعنی ہر بل کی مالیت پہلے والے بل سے زیادہ ہی تھی۔ میں نے پانی کا بل ادا کیا اور مطمئن ہو کر بیٹھ گیا لیکن اس کے بعد مجھے گیس کا بل ادا کرنا پڑا جس کی مالیت پانی کے بل سے زیادہ تھی۔ گیس کا بل ادا کیا تو بجلی کا بل موصول ہو گیا۔ یہ بل گیس کے بل سے بھی زیادہ بھاری بھر کم تھا، جیسے تیسے اس سے جان چھڑائی تو ٹیلی فون کا بل مل گیا۔ ایک مہینے میں چار چار بل وصول کرنے کے بعد میری حالت غیر ہو گئی ہے اور میں بے تابی سے چلا رہا ہوں۔ انور مسعود نے عام شہری کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ عام گھروں میں ہر ماہ جتنی رقم دال روٹی پر اُٹھتی ہے تقریباً اتنی ہی رقم یوٹیلٹی بلز ادا کرنے پر بھی لگ جاتی ہے۔ غریب کا چہرہ پانی، گیس، بجلی اور فون کے بل دیکھتے ہی اُتر جاتا ہے اور وہ واقعی بلبلا اُٹھتا ہے۔

قطعہ 2: **تمھاری بھینس کیسے ہے کہ جب لاٹھی ہماری ہے**

اب اس لاٹھی کی زد میں جو بھی آئے سو ہمارا ہے

مذمت کاریوں سے تم ہمارا کیا بگاڑو گے

تمھارے ووٹ کیا ہوتے ہیں جب "ویٹو" ہمارا ہے

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **مذمت کاری:** برائی کرنا، ہجو کرنا ○ **ویٹو:** سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کا حق جس کے تحت وہ کسی قرارداد کو مسترد کر سکتے ہیں۔

نثر: لاٹھی ہماری ہے اس لیے بھینس سمیت لاٹھی کی زد میں آنے والی سب چیزیں ہماری ہیں۔ ہمیں بُرا کہنے اور ہمارے خلاف ووٹ دینے سے کچھ نہیں ہو گا کیونکہ ہم ویٹو کا حق رکھتے ہیں۔

تشریح: انور مسعود نے دُنیا کے ترقی یافتہ اور طاقتور ممالک کے طرزِ سیاست اور اقوامِ متحدہ کے ناقابلِ فہم سسٹم کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ جمہوریت اور انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار ممالک آج کی جدید دنیا میں بھی "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" جیسے قبیح قانون کو نافذ کیے ہوئے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے اہم ترین ادارے سلامتی کونسل میں پانچ ممالک کو مستقل ارکان کی حیثیت حاصل ہے اور یہ مستقل ارکان ویٹو پاور رکھتے ہیں۔ یعنی ان میں سے کوئی ایک بھی عالمی برادری کی منظور کردہ کسی قرارداد کو مسترد کر سکتا ہے۔ پوری دنیا کی متفقہ رائے ویٹو پاور کا ایک دھچکا برداشت نہیں کر سکتی۔ اسی لیے عالمی معاملات میں پانچ بڑے ممالک ہی کی مرضی چلتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ویٹو کو ہمیشہ ظلم و ناانصافی کی حمایت اور عالمی برادری کی رائے دبانے کے لیے ہی استعمال کیا گیا ہے۔ امریکہ نے اسرائیل کے خلاف کئی قراردادیں ویٹو کے زور پر مسترد کی ہیں۔ قطعہ میں ویٹو پاور رکھنے والا ملک عالمی برادری سے مخاطب ہے اور انتہائی بے شرمی کے ساتھ اپنی ناانصافی اور بے اصولی کا اعتراف کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا میں 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' کا اصول کارفرما ہے۔ طاقتور جو چاہے کر سکتا ہے۔ طاقت خود ایک قانون ہے جو کسی اور قانون کو خاطر میں نہیں لاتی۔ میرے پاس طاقت ہے اس لیے میں اپنی زد میں آنے والی

ہر چیز پر قبضہ کر سکتا ہوں۔ میں افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتا ہوں۔ عراق کو پامال کر سکتا ہوں۔ فلسطینیوں کے قاتل اسرائیل کو تحفظ دے سکتا ہوں اور میری ان حرکات پر دنیا کا اظہارِ مذمت اور عالمی برادری کی قراردادیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں کیونکہ میں ویٹو کا حق رکھتا ہوں' جو قرارداد میرے یا میرے کسی طفیلی اور اتحادی کے مفادات سے ٹکرائے گی اسے میں ویٹو کر دوں گا۔ انور مسعود نے صرف چار مصرعوں میں دنیا کے سیاسی منظرنامے پر خوبصورت اور جامع تبصرہ کیا ہے۔

قطعہ 3: اُجڑا سا وہ نگر کہ ہڑپہ ہے جس کا نام
اس قریۂ شکستہ و شہرِ خراب سے
عبرت کی اِک چھٹانک برآمد نہ ہو سکی
کلچر نکل پڑا ہے منوں کے حساب سے

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **قریۂ شکستہ:** ٹوٹا پھوٹا گاؤں ○ **شہرِ خراب:** اُجڑا ہوا شہر' کھنڈر۔

نثر: ہڑپہ ایک اُجڑا ہوا اور ٹوٹا پھوٹا شہر ہے لیکن اسے دیکھ کر لوگوں نے عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اس کی تہذیب و ثقافت کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔

تشریح: ایک ذی ہوش اور باشعور آدمی قبرستان کو دیکھتا ہے تو اسے اپنی موت یاد آتی ہے۔ وہ دنیا کے فانی ہونے کی حقیقت کو پہچان لیتا ہے۔ کسی قوم کے زوال اور بربادی کا ذکر ہو تو وہ بربادی کی وجوہات جاننے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناسمجھ اور غیر سنجیدہ لوگوں کا ردِعمل یہ نہیں ہوتا۔ وہ ہر بات کو ہنسی میں اُڑا دیتے ہیں۔ موت کو یاد کرنے کے بجائے وہ قبرستان میں قبروں کے طرزِ تعمیر اور ان کے کتبوں کی نقاشی پر گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہماری قوم میں اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔ انور مسعود نے اِسی تلخ حقیقت کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہڑپہ کے آثارِ قدیمہ کی دریافت پر ہماری قوم نے جس ردِعمل کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس کے شایانِ شان نہیں۔ قوم کو غور کرنا چاہیے تھا کہ بسا بسایا شہر کیوں برباد ہو گیا۔ اس کے رہنے والوں نے ایسی کون سی غلطی اور نافرمانی کی تھی جس پر غضب ناک ہو کر قدرت نے عذاب نازل کیا۔ یہ سوچ ہماری قوم کے اعمال کی اصلاح کر سکتی تھی لیکن ہم نے ہڑپہ کی بربادی سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے وہاں کی تہذیب و ثقافت پر ریسرچ شروع کر دی۔ یہ باتیں ہونے لگیں کہ ہڑپہ والے کیسا لباس پہنتے تھے۔ ان کا طرزِ رہائش کیسا تھا۔ وہ کیا کھاتے پیتے تھے۔ شادی بیاہ کی رسوم کیا تھیں۔ مذہبی عقیدہ اور عبادت کا طریقہ کیا تھا۔ گویا ہڑپہ کے اُجڑے شہر کے آثار کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بنانے کے بجائے قوم نے ایک فضول ذہنی مشقت شروع کر دی۔ آثارِ قدیمہ سے عبرت کی ایک چھٹانک بھی برآمد نہ ہو سکی البتہ منوں کلچر نکل آیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم تاریخ سے سبق حاصل کرنے کی صلاحیت کھو رہے ہیں جو قوم کی ذہنی پسماندگی کی علامت ہے۔

قطعہ 4: کلرکوں سے آگے بھی افسر ہیں کتنے
جو بے انتہا صاحبِ غور بھی ہیں
ابھی چند میزوں سے گزری ہے فائل
"مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں"

مشکل الفاظ کے معانی: ○ آہ وفغاں: چیخ پکار، نالہ وفریاد۔

نثر: کلرکوں سے آگے کتنے ہی افسر ہیں جو بہت غور کرنے والے ہیں۔ ابھی فائل چند ہی میزوں سے گزری ہے اور اسے کئی میزوں سے گزرنا ہے۔

تشریح: انور مسعود نے ایک بڑی سماجی برائی کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ حدیث کے مطابق مرتشی اور راشی' دونوں جہنمی ہیں لیکن اس کے باوجود اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رشوت کا چلن عام ہے۔ مسلمان رشوت کو تحفہ' نذرانہ اور جانے کیا کیا نام دے کر اپنے جرم کی شدت کم کرنے کی سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں۔ سرکاری دفاتر میں کوئی جائز کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہوتا۔ انور مسعود کہتے ہیں کہ چند کلرکوں کو رشوت دینے کے بعد مطمئن ہو کر بیٹھ جانا مناسب نہیں کیونکہ کلرکوں کا تعاون خریدنے سے فائل منظوری کی منزل تک نہیں پہنچتی بلکہ اسے صرف افسر کی میز تک رسائی نصیب ہو جاتی ہے۔ یعنی کلرک رشوت کے عوض فائل کا تھوڑا سا "سفر" طے کروا دیتے ہیں۔ کلرکوں کے بعد فائل افسروں کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔ افسر ایک دو نہیں بلکہ کئی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے نظر انداز کر کے گزرا ممکن ہو۔ ان کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کے لیے بھی رقم خرچ کرنا پڑے گی۔ کام کروانا ہے تو رشوت دینا ہوگی لہٰذا خاطر جمع رکھتے ہوئے ان حالات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کلرکوں سے "ڈیل" تو ابتدائے عشق ہے "عشق" میں ہمت ہارنا عاشقوں کا شیوہ نہیں بقول میر:

ے ابتدائے عشق ہے' روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

انور مسعود نے سرکاری دفاتر کے نظام اور طریق کار پر بھرپور چوٹ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فائل کو منظوری کی منزل تک پہنچانا ہے تو رشوت دینے کا تسلسل برقرار رکھنا ہوگا۔ رشوت دینے کو اپنی عادت بنانا ہوگا۔ انور مسعود نے اقبال کے مصرع "مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں" کا خوبصورت اور چونکا دینے والا استعمال کر کے قطعہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

مشقی سوالات

1: شاعر نے پہلے قطعہ میں کس معاشرتی مسئلے کی نشاندہی کی ہے؟

جواب: وطنِ عزیز میں یوٹیلٹی بلز ادا کرنا غریب اور متوسط طبقے کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ تنخواہ دار